OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u9.v6.01(22)80-85

آنسوئی ثقافت: بی بی پاک دامن کا مزار، انیسویں اور بیسویں صدی میں

A Culture of Tears: Shrine of Bibi Pak Daman in the Nineteenth and Twentieth Centuries

Shehar Bano
Lecturer in History, I.D. Junjua College, Lala Musa.
Email: bshehar89@gmail.com

Dr. Hussain Ahmad Khan
Associate Professor and Director, Institute of History, Government College University, Lahore.
Email: hussainahmad@gcu.edu.pk

Received on: 11-01-2022 Accepted on: 13-02-2022

Abstract

Tears are significant in the history of Sufism. Tears define the social relationships between individuals and communities associated with Sufi shrines. This article discusses the role of tears in shaping the social relationships between individuals and communities related to the Shrine of Bibi Pak in the nineteenth and twentieth centuries. The culture of tears was based on various traditions and stories which were narrated on special occassions.

Keywords: Tears, Bibi Pak Daman, Sufi Shrines, Devotion, Emotional Community

انسانی جذبات کا ہماری تاریخ سے تعلق بہت گہرا ہے۔ جذبات نا صرف تاریخی عمل کا نتیجہ ہو سکتے ہیں بلکہ تاریخی واقعات جذبات کی وجہ سے بھی رونما ہوتے ہیں۔ ہمارے جذبات کا اظہار تبدیل ہوتا رہتا ہے جیسے تاریخی عمل میں تغیر آتا ہے(۱)۔ چونکہ بہت سے تاریخی واقعات لوگوں کے جذبات کا نتیجہ ہوتے ہیں اس لیے دورِ حاضر کے مورخین اس بات پر قائل ہیں کہ جذبات کو سمجھے بغیر ہم تاریخی عمل کو نہیں سمجھ سکتے۔(۲)۔ شاید ان تاریخ دانوں سے کچھ بھول ہوئی ہے جو صرف عقلیت کو بنیاد بنا کر تاریخ رقم کرتے رہے ہیں۔ عقلیت کی بنیاد پر لکھی گئی تاریخ میں ہمیں جذبات سے عاری افراد ملتے ہیں جو صرف اور صرف اپنی عقل کی کسوٹی پر تاریخی عمل میں شامل ہوتے ہیں۔ حالانکہ انسان کے جذبات کا تعلق اس کے خاندان، ملک، مذہب، روایات اور جائداد کے ساتھ نہایت مضبوط ہوتا ہے۔

صوفیاء کی تاریخ میں ہمیں جذبات کا عمل دخل بہت واضح دکھائی دیتا ہے۔ صوفیاء پر لکھی گئی کتب ان کے مسکرانے، رونے، غصے، حیرت کے جذبات کے اظہار سے بھری پڑی ہیں۔ اسی طرح صوفیاء کے مزارات پر زائرین کے مختلف طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرنا بھی ہمیں جا بہ جا نظر آتا ہے۔ اگرچہ ملفوظات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کے صوفیاء کے جذبات کے اظہار کی وجہ سے تاریخی عمل میں تبدیلی آئی تاہم بہت کم مورخین نے اس پہلو پر تحقیق کی ہے۔ صوفی کے غصے سے بادشاہوں کی حکومتیں ختم ہو جاتی ہیں، ان کی مسکراہٹوں سے حکومتیں

اور مرادیں مل جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے اس طرح کے واقعات میں مصنیفین نے کچھ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہو۔ تاہم صوفی ادب میں جذبات کی بنیاد پر تاریخی عمل کو قطعا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آنسوؤں کا صوفی روایت سے بہت گہرا تعلق ہے(۳)۔ آنسوؤں کو "محبت کے الاؤ" سے تشبیہ دی گئی کہیں اسے قلب کو پاکیزہ کرنے کا ذریعہ سمجھا گیا۔ گناہوں پر ندامت، کسی کی یاد اور فراق میں مرغِ بسمل کی مانند تڑپنا، کسی مقام، شخص یا چیز کو حاصل کرنا، کسی دکھ تکلیف کا اظہار کرنا، کسی مقام، شخص، یا کوئی مراد حاصل کرنے کے بعد خوشی کا اظہار کرنا، سبھی کے ساتھ آنسو جڑے ہوئے ہیں۔ آنسو بہانا صوفی اور مرید دونوں میں یکساں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ آنسو صرف جذبات کا اظہار ہی نہیں بلکہ لوگوں کے سماجی رویوں، تعلقات، مسائل، خواہشات و نظریات کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ صوفی روایت میں آنسوؤں سے کس طرح سماجی رویوں اور تعلقات کا اظہار ہوتا ہے اور یہی اس تحقیقی مقالے کا کلیدی موضوع ہے۔

آنسو اور بی بی پاک دامن:

صوفیاء کے مزارات کا لوگوں کے جذبات کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ ان جذباتی تعلقات میں آنسو سرِ فہرست ہیں۔ برعظیم کی صوفیانہ روایت کے مطابق اولیائے کرام اس دنیا سے جاتے نہیں ہیں محض پردہ فرماتے اور جسمانی و روحانی طور پر اپنے مریدین سے جڑے رہتے ہیں۔ صوفیاء کے مزارات درحقیقت ان کے دربارِ اقدس (مدفن) ہیں۔ جیسے بادشاہ کے دربار میں وزراء اور سائلین ہوتے ہیں اسی طرح صوفیاء کے دربار میں بھی ان کے خلفاء اور سائلین ہوتے ہیں۔ جیسے دربارِ شاہی میں حاضری کے آداب اور لوازمات ہوتے ہیں اسی طرح صوفیاء کے دربار میں بھی آداب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازم ہے۔ بادشاہ کے ہاتھ میں دنیاوی سلطنت کی لگام ہوتی ہے جبکہ صوفیاء دنیاوی اور روحانی دونوں سلطنتوں کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔ دربارِ اصفیاء میں حاضری کے جو آداب ہیں ان میں آنسو بہانا بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔

صوفی روایت میں دل سے کیے گئے عمل کی اہمیت ہوتی ہے چاہے عمل کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اور اسے کرتے ہوئے لوگوں اعلیٰ بھی نہ سمجھتے ہوں۔ آنسو انسان کے دل کی سچائی کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے صاحبِ مزار اور مزار کے ساتھ وابستہ لوگوں کی قربت کو عیاں کرتے ہیں۔ آنسو نہ صرف انسانی جذبات کے مظہر ہیں بلکہ انسانی مسائل، المیوں اور خوشیوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ یہ انسان کا معاشرے کے ساتھ تعلق کو ظاہر کرتے ہیں اور عصرِ حاضر کے تاریخ دان اسی تعلق کو آنسوؤں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں۔ پاکستانی پنجاب کے موجودہ دارالحکومت، لاہور، کو برعظیم کے چند اہم ثقافتی مراکز میں شمار کیا جاتا ہے۔ لاہور کی پہچان جہاں تاریخی عمارات، باغات، کھانے، شعر وادب کی محافل ہیں وہاں اس شہر میں موجود صوفیاء کے مزارات بھی ہیں جن میں داتا گنج بخش علی ہجویری، مزارِ میاں میر، بابا شاہ جمال، میراں شاہ، شاہ حسین، اور خواجہ بہاری کے مزارات ہیں ان جملہ مزارات میں بی بی پاک دامن کا مزار بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔(۴)۔ مختلف سماجی اور مذہبی گروہ اپنی منتیں، مرادیں اور فیض پانے کے لیے ادھر کا رخ کرتے ہیں۔ بی بی پاک دامن اور ان کے مزار کے بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق بی بی پاک دامن کا نام رقیہ تھا، آپ حضرت علی کی بیٹی اور حضرت مسلم بن عقیل کی

زوجہ محترمہ تھیں۔ قافلہء امام حسین کے ہمراہ آپ میدانِ کربلا میں تشریف فرما لائیں مگر امام حسین کے حکم پر وہاں سے سرزمین ہندوستان کی جانب رخ کیا اور شہرِ لاہور میں قیام کیا(۵)۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد، جہاں آج آپ کا مزار ہے، اپنے قافلے کے ہمراہ قیام پذیر ہوئیں۔ اس وقت لاہور کے ہندو حکمران، راجہ مہابرن کے بیٹے، کمار کنور بکرما نے جب اس فیض رساں ہستی کی شہرت سنی تو انھیں اپنے پاس طلب کرنا چاہا۔ بی بی صاحبہ کے برملا انکار پر مہاراجہ تلملا کر رہ گیا اور اپنے سپاہیوں کو ان کو دربار میں لے آنے کا حکم دیا۔ اس سے پہلے کے سپاہی بی بی پاک دامن تک پہنچتے، آپ نے دستِ دعا بلند کیے، حکمِ خداوندی سے زمین شق ہوئی اور بی بی پاک دامن اور ان کے ساتھ آئیں کچھ خواتین زیرِ زمین چلی گئیں۔ اس صورتحال کا علم ہونے پر بکرمہ بے حد گریہ کناں ہوا، خوب رویا۔ اسی معجزے کے ظہور کے بعد بی بی پاک دامن کی قبر کی نشان دہی کی گئی جس پہ مزار تعمیر کیا گیا۔ بکرمہ کے گریہ کناں ہونے کے بعد کے بعد بی بی رقیہ اس کی خواب میں آئیں اور اسے دائرہِ اسلام میں داخل ہونے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی ترویج کی بھی تاکید کی، بکرمہ نے ان ہدایات کو اپنے دامن میں سمیٹے اور دل میں بساتے ہوئے دائرہء اسلام میں داخل ہوا، اور جمال دین کے نام سے جانا گیا۔(۶)۔ دوسری روایت کے مطابق بی بی پاک دامن نوخنہ ترمذی کی بیٹی تھیں۔ بی بی پاک دامن سے جڑی روایات میں آنسو اور آنسو بہانے کے عمل کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ بی بی صاحبہ کا تعلق اہلِ بیت سے ہے۔ میدانِ کربلا میں اہل بیت پہ ظلم کے پہاڑ کا ٹوٹ پڑنا، عظیم المیے سے دوچار ہونا، ستم کے گرداب میں پھنس جانا، بی بی پاک دامن کا مصائب کا لہو پی کر ہندوستان آنا، ہندو مہاراجہ کا آپ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرنا، زمین کے سینے کا پھٹ جانا، آپ کا اس میں سموئے جانا، بکرمہ کا اپنی غلطی کی وجہ سے احساس ندامت میں مبتلا ہو کر آنسوؤں سے غلطی کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کرنا، بی بی پاک دامن کے دربار میں باریاب ہونا، باریابی کے بعد دنیا و آخرت کا سنور جانا ان تمام جملہ روایات پر مورخین سوال اٹھا سکتے ہیں لیکن مزار پر بہائے جانے والے آنسوؤں کے عمل اور کلچر کو بنانے میں ان سب کے کردار کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

بیسویں اور اکیسویں صدی میں مختلف انٹرویوز (مصاحبوں) اور دستاویزات سے یہ حقیقت ہم پہ ظاہر ہوتی ہے کے لوگ آنسوؤں کے ذریعے مزار کے سماجی اور ثقافتی ماحول میں ڈھل جاتے تھے۔ اکیسویں صدی کے اوائل میں لیے گئے ایک انٹرویو میں لاہور سے تعلق رکھنے والی چالیس سالہ خاتون، عذرا، نے بتایا کہ وہ اور کراچی میں رہائش پذیر اس کی والدہ کی بی بی پاک دامن کے مزار سے بہت گہری وابستگی ہے۔ یہ تعلق آنسو اور درد کی بنا پہ قائم ہوا تھا۔ بی بی رقیہ نے آلِ محمد کی ناموس کی خاطر زمین میں زندہ دفن ہونے کو ترجیح دی، گریہ وزاری پہ ایک ہندو راجہ کو ولایت سے سربلند کیا ہے اگر ہم بھی رو رو کر کچھ فریاد کریں گے تو کیا بی بی صاحبہ کی جانب سے ہمیں عطا نہیں ہو گا؟(۷) بی بی پاک دامن سے آنسوؤں کا یہ رشتہ نہ صرف عام لوگوں کا تھا بلکہ تاریخ اور تذکار کی بہت سی کتب میں صوفیاء اور بادشاہوں کا ذکر بھی ملتا ہے جو کسی نہ کسی شکل میں مزار سے وابستہ رہے ہیں۔ ان میں آفتابِ ہجویر، حضرت داتا گنج بخش اور ہمایوں کے نام شامل ہیں۔ داتا گنج بخش بی بی پاک دامن کے مزار پر حاضری دینے آتے اور ہمایوں کچھ عرصہ مزار کے قریب واقع خواجہ غازی بیگ کے باغ میں قیام کے دوران بی بی صاحبہ کے دربار

پہ حاضری کی سعادت سے بہرور ہوتا تھا۔)۸(

ان واقعات میں سے سچائی کو چھانٹنا کسی طور آسان نہیں لیکن ان واقعات کی بدولت آنسوؤں کا جو کلچر اور ثقافت جنم لیتے ہیں وہ ایک حقیقت ہے۔ جس طرح ہندو راجہ کے بیٹے، بکرمہ، کو خواب میں بی بی رقیہ کی زیارت نصیب ہوئی، بہت سے عقیدت مند بیسویں اور اکیسویں صدی میں بھی اسی طرح کے دعوے کرتے نظر آتے ہیں۔ زیارت کے بعد وہ مزار پر حاضری دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ ریاب ذات کے خاندان نے بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں افغانستان سے ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور بی بی پاک دامن کے مزار میں قیام کیا۔ یہ حسینی برہمن کے طور پر موسوم تھے۔ مزار پہ ہونے والے تمام رسوم ورواج میں اس خاندان کے لوگ بڑھ چڑھ حصہ لیتے، آنسو بہاتے اور اسی وجہ سے مقامی لوگوں میں نگاہِ قدر سے دیکھے جاتے تھے۔(۹)۔ ۱۹۴۷ء میں مذہبی فسادات اور تنگ نظری کے سبب اس خاندان کو یہاں سے جانا پڑا۔ بی بی پاک دامن کے مزار پہ آنسوؤں کے کلچر کی ایک خوبی سماجی اتحاد اور جڑت کا فروغ بھی ہے۔ یہ سماجی اتحاد کسی المیے، مصیبت اور پریشانی کی صورت میں زیادہ واضح اور نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً قیام پاکستان کے دوران، ہجرت کرنے والے بہت سے خاندان اور خانوادے مزار کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ حادثات، سفری مصائب اور پریشانیوں کی تکالیف کی شدت کو کم کرنے کے لیے آنسوؤں کا سہارا لیا۔ ہجرت کرنے والے خاندان ایک دوسرے کے سامنے آنسو بہاتے تھے جس سے ان کے درمیان مضبوط سماجی روابط قائم ہوئے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ کی جنگوں کے دوران نظر آتی ہے۔ مزار کی زیارت کے دوران حاضرین کربلا کے واقعات کو یاد کرتے اور امید باندھتے کہ جس طرح اہلِ بیت نے بہادری، جوانمردی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا ویسے ہی پاکستانی افواج اور عوام دشمن کے خلاف کریں گے۔(۱۰)۔ یہ روایات زبان زد عام تھیں کہ صحابہ اور. صوفیاء کرام اپنے لشکروں کے ساتھ بھارتی افواج کا مقابلہ کرنے میں پاکستانی افواج کی غیر مرئی مدد کر رہے ہیں مزارت پر بہائے گئے آنسو صوفیاء کرام کے جلال کو بڑھا رہے ہیں، صوفیاء کے جلال سے دشمن کی ہوا اکھڑ رہی ہے اور مزارات پر بہائے جانے والے آنسو صوفیاء کرام کی برکات کو ابھارنے کا سبب بن رہے ہیں جن کی بدولت ان کے قدم سرزمینِ پاکستان پہ کبھی نہ جم سکیں گے بالخصوص وہاں جہاں بی بی پاک دامن جیسی نیک ہستیاں موجود ہیں۔(۱۱)۔ ان روایات کو لوگوں کے دل ودماغ میں راسخ کرنے کے لیے نہ صرف نعتیں اور نوحے پڑھے جاتے بلکہ تاریخی کتب کے حوالے بھی دیے جاتے تھے۔ آنسوؤں کی بنا پر لوگوں اور ملکوں کی قسمت بدلنے والے واقعات خاص طور پر بیان کیے جاتے تھے۔

بی بی پاک دامن کے مزار پہ آنسوئی ثقافت (آنسوؤں کے کلچر) کی وجہ سے وجود میں آنے والی کمیونٹی کو "جذباتی کمیونٹی" بھی کہہ سکتے ہیں۔ عصر حاضر کی جذباتی تاریخ کی ماہر، بار برا روزنوین (۱۲)، کی تحقیق کے مطابق یہ جذباتی کمیونٹی اپنے مختلف ثقافتی، مذہبی اور سماجی پسِ منظر کے باوجود ایک خاص موقع پر ایک طرح سے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ بی بی پاک دامن کہ مزار پر تشریف لائے زائرین اپنے مختلف سماجی پسِ منظر سے قطعِ نظر آنسوئی ثقافت کی بدولت ایک دوسرے سے ہمدردی، الفت اور محبت کا رشتہ قائم کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کے ہمدردی اور الفت کا رشتہ ہمہ وقت قائم رہے بسا اوقات اس جذباتی کمیونٹی میں داخلی وجوہ کی بنیاد پر اختلافات بھی در آتے ہیں۔ مثلاء ۱۹۶۰ء کی دہائی میں

جب پاکستان میں مزارات کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں دیا گیا تو شیعہ اور سنی مسالک نے اس کو الگ الگ فکری نظریے سے دیکھا۔ شیعہ مسلک کے رہنماؤں نے متعدد بار عدالت سے رجوع کیا۔(۱۳)۔ لیکن اس کے باوجود مزارات سے وابستہ "جذباتی کمیونٹی" نے اپنے عقائد و افکار کے اظہار کے طریق نہیں بدلے۔ اہل تشیع اور سنی مسلک کے حامل مل کر آنسو بہاتے اور سماجی اتحاد و یگانگت کا اظہار کرتے۔ جنرل ضیاء الحق نے جب ملک میں مارشل لاء نافذ کیا اور اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا(۱۴) تو دیوبندی مسلک کے اثر ورسوخ کی جھلک حکومت کی وضع کردہ پالیسیوں میں نمایاں ہونے لگی۔ ۱۹۸۰ء کی پوری دہائی میں ہمیں جذباتی کمیونٹی کے مضبوط تعلقات نظر آتے ہیں۔ آنسوؤں سے جڑا ہوا یہ اتحاد قائم رہا۔

اختتامیہ:

انیسویں اور بیسویں صدی میں، بی بی پاک دامن کے مزار پر آنسوئی ثقافت کا جائزہ لیا جائے تو سماجی رویوں کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ آنسو بہانا ایک ایسا جذبہ ہے جو در بار سے قلبی تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ عمل سماجی اتحاد پیدا کرتا ہے۔ سماجی، ثقافتی، مذہبی اور تہذیبی فرق کو بھی کم کرتا ہے۔(۱۵) اگرچہ یہ لازم نہیں کہ داخلی وجوہ کی بناء پر جذباتی کمیونٹی کا وجود متاثر نہ ہو۔ اس کی سب سے نمایاں مثال ۱۹۴۷ء کی تقسیم میں مختلف واقعات کی رو سے بی بی پاک دامن سے منسلک افراد کا ہندوستان کی جانب ہجرت کرنا ہے تاہم ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک شیعہ اور سنی مسالک میں اختلاف، حکومتِ پاکستان کی خاص مذہبی فرقوں کی سرپرستی اور محکمہ اوقاف کا بی بی پاک دامن کے مزارِ اقدس کو اپنی نگرانی میں لینا داخلی وجوہ کے باوصف جذباتی کمیونٹی میں آنسوؤں کی بنیاد پر قائم ہونے والے اتحاد کو متاثر نہ کر سکا اور یہ یونہی برقرار رہا۔

حوالہ جات

1) Keith Oateley, Emotions: A Brief History (Oxford: Blackwell, 2004)
2) Gray L. Ebersole, "The Poetics and Politics of Ritualized Weeping in Early and Medieval Japan", in Kimberely Christine Patton and John Stratton in Kimberely Christine Patton abd John Stratton Hawley, (eds.) Holy Tears: Weeping in the Religious imagination (Princeton and Oxford: Princeton University Press, 2005); William A. Christian Jr, " Provoked Religious Weeping in Early Modern Spain", in John Corrigan, (eds.) Emotion and Religion: A Critical Assessment and Annotated Bibliography (Greenwood Publishing Group, 2002).
3) William C. Chittick, Weeping in Classical sufism, Holy Tears: Weeping in the Religious Imagination. Edited by Kimberley Christine Patton and John Stratton Hawley, (Princeton: Princeton University Press, 2005), pp.132-44
4) Noor Ahmad Chishti, Inquisition Chishti, Ihsan Ali Edition, Lahore, 1953, p. 180
5) Molvi Muhammad Bakhsh Qureshi, Tarikh Bibian Pak Daman, p. 135
(Noor Zaidi, Making Spaces Sacred: The Sayyeda Zainan and Bibi Pak Daman, Shrines and making of Shia Identity" (University of Pensylvania, 2015), p. 214)
6) Mufti Ghulam Sarwar, Khadijata-ul-Auliya, Sufism Foundation, p. 32
7) Dr. Sara Chaney, Interview with BBC, 26th August, 2001, Interview of Azra, a local devotee
8) Molvi Muhammad Bakhsh Qureshi, Tarikh Bibian Pak Daman, p. 258
9) Molvi Muhammad Bakhsh Qureshi, Tarikh Bibian Pak Daman, p. 258
10) To see sufis' connection with politics, visit
[Katherine Pratt Ewing and Rosemary R. Corbett, eds., Modern Sufis and State: The Politics of

Islam in South Asia and Beyond (New York: Columbia University Press, 2020).]

11) We see the reflection of such traditions very strongly in the literature written after these tragedies. As mentioned in Mumtaz Mufti's book, Alakh Nagri, Qudratullah Shahab and Ahmed Bashir's biographical novels. During the wars, radio broadcasts that promoted the emotions associated with clay and sufism.
12) Barbara H. Rosenwein, " Worrying about Emotions in History", American Historical Review, 107 (2002); Barbara H. Rosenwein, " Emotional Communities in early Middle Ages", (Cornell University Press, 2006)
13) Umber Bin Ibad, Sufi Shrines and the Pakistani State: The end of Religious Pluralism (London: Bloomsbury Publishing, 2018)
14)) Ahmad Mumtaz, Shi'i Political Activism in Pakistan. " Studies in Contemporary Islam, 5, no. 1-2, Spring and Fall 2003; Grare Frederic, "The Evolution of Sectarian Conflicts in Pakistan and the Ever-Changing Face of Islamic Violence", South Asia: Journal of South Asian Studies, 30, no. 1 (2007)
15) John Corrigan (ed.), Religion and Emotion: Approaches and Interpretations (Oxford: Oxford University Press, 2004); Karamat Scot Agahai (ed.)., The Women of Karbala: Ritual Performances and Symbolic Discourses in Modern Shi 'i Islam (Austin: University of Texas Press, 2005).